قیمت سالانہ
آٹھ روپے
ایک پرچہ
ڈیڑھ آنہ
تاریخ اشاعت
۱-۸-۱۵-۲۲

رجسٹرڈ نمبر
اے ۱۲۲
ٹیلیفون نمبر ۹
تار کا پتہ
"انجمن"
علی گڑھ

انجمن ترقی اردو ہند
کا
ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

ایڈیٹر :- آل احمد سرور

جلد ۱۵	علیگڑھ - ۸ جنوری ۱۹۵۷ ع	شمارہ ۲۸

رفتار

خلیل الرحمن اعظمی

میں نے "رفتار" کے عنوان سے "ہماری زبان" میں جو مستقل کالم لکھنا شروع کیا ہے اس کے ساتھ پچھلے پرچے میں ایک دلچسپ سلوک ہوا یعنی اس کے عنوان کے ساتھ کسی صاحب نے اپنی طرف سے "ادب" کا اور اضافہ کردیا۔ یہ بلا کاتب کے سرڈالی جاسکتی ہے۔ لیکن میں کاتب صاحب سے اس کی توقع نہیں کرسکتا۔ کیونکہ ایک لفظ زیادہ لکھنے سے ان کا اپنا کوئی فائدہ تو ہے نہیں (کتابت کا معاوضہ ہمارے یہاں صفحات کے حساب سے دیا جاتا ہے، لفظوں کو گن کر نہیں) دوسرے یہ کہ "ہماری زبان" کے کاتب کتابت کے فن سے اچھے خاصے واقف ہیں۔ انھیں خود محسوس ہوا ہوگا کہ صرف "رفتار" کا لفظ صوری لحاظ سے خوبصورت معلوم ہوتا ہے اور اکیلا لکھا ہوا زیادہ اچھا لگتا ہے۔ دراصل یہ خدمت، حلقے کے کسی صاحب نے انجام دی ہے۔ انھوں نے سوچا کہ میں ایک شاعر یا ادیب ہوں اس لئے لامحالہ صرف ادب پر باتیں کروں گا کیونکہ ہمارے یہاں کے شاعر اور ادیب عام طور پر ادب کے علاوہ دوسرے مسائل پر سوچ بچار کو اپنے اوپر حرام سمجھتے ہیں۔ انھیں کلچر سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہوتی، لسانی مسائل پر غور کرنے اور ان کی گتھیوں کو سلجھانے سے وہ کوئی سروکار نہیں رکھتے۔ رسم خط کی دقتیں انھیں پریشان نہیں کرتیں جماعت کے طریقوں اور اس کی ترقی و تنزل سے وہ بے نیاز رہتے ہیں، زبان و ادب کی تعلیم اور نصاب کی کتابوں کے متعلق ان کا کوئی ردعمل نہیں ہوتا۔ ریڈیو پر جو اردو پروگرام ہوتے رہتے ہیں ان میں کیا خوبیاں یا خامیاں ہوتی ہیں وہ کبھی ان کے ذہن میں نہیں آتیں، فلم کے ذریعے اردو زبان کا جو کچھ پرچار ہورہا ہے وہ ان کی نظر میں نہیں، جو رسالے فحش افسانے یا جاسوسی کہانیاں چھاپتے ہیں یا سستے کا کاروبار پھیلا کر روپیہ بٹورتے ہیں ان کے بارے میں ان کی کوئی رائے نہیں ہوتی۔ اسی طرح اردو میں جو سیکڑوں اخبار اور رسالے نکلتے رہتے ہیں ان کے معیار اور ان کی سطح کی طرف ان کا کبھی دھیان نہیں جاتا۔ میں چاہتا ہوں کہ ان تمام مسائل پر سوچ بچار کی دعوت دی جائے۔ اس کالم کا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ آپ میری تمام باتوں کو آنکھ بند کرکے تسلیم کرلیں یا انھیں "فتویٰ" قسم کی کوئی چیز سمجھیں۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ اردو زبان و ادب کا ہر بہی خواہ اور ہر پڑھا لکھا آدمی کچھ نہ کچھ سوچنے کی عادت ڈالے۔

معلوم نہیں آپ ریڈیو کے پروگراموں سے دلچسپی رکھتے ہیں یا نہیں مجھے تھوڑا بہت اس کا بھی خبط ہے۔ اکثر لوگوں کو میں نے یہ کہتے سنا ہے کہ آل انڈیا ریڈیو اردو کے ساتھ بڑی ناانصافی کرتا ہے اور ہماری زبان کے ساتھ سوتیلی ماں کا سا سلوک کرتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ صرف "ہندی" میں خبریں سن لیتے ہیں اور چند موٹے موٹے لفظوں سے گھبرا کر ریڈیو والوں کو دو چار صلواتیں سنا دیتے ہیں۔ اول تو یہ کہ ہندی میں خبروں کا نشر ہونا کوئی جرم نہیں آخر ہمارے ملک کی سرکاری زبان یہی قرار دی گئی ہے لیکن مختلف ریڈیو

اسٹیشنوں سے وہاں کی علاقائی زبانوں میں بھی تو خبریں ہوتی ہیں۔ مراٹھی، گجراتی، تمل، کنڑ، بنگلہ اور پنجابی وغیرہ میں خبریں آپ بمبئی، پونا، مدراس، حیدرآباد، کلکتہ اور جالندھر وغیرہ سے سن سکتے ہیں۔ اردو میں خبریں دہلی اور کشمیر سے برابر نشر ہوتی ہیں، اگر آپ ہندی سے ناواقف ہیں تو ان سے کام چلا سکتے ہیں (حالانکہ کوئی وجہ نہیں کہ آپ اردو کے حامی ہوں تو ہندی سے ناواقفیت کو اپنے اوپر فرض کی طرح عائد کرلیں) دوسری بات یہ ہے کہ دن اور رات کے کافی حصے میں اردو کی غزلیں اور گیت کثرت سے گائے جاتے ہیں اور سننے والے چاہے کسی زبان کے جاننے والے ہوں انھیں سنتے اور ان سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ ڈرامے، افسانے، تقریریں، مشاعرے، مباحثے اردو میں بھی ہوتے ہیں اور خاصی تعداد میں ہوتے ہیں۔ اس لئے ریڈیو والوں سے یہ شکایت بالکل بیجا ہے کہ وہ ہمیں نظر انداز کرتے ہیں۔ دوسری علاقائی زبانوں کے دوش بدوش اردو کو بھی جگہ دی جاتی ہے۔

اب ایک شکایت مجھے ہے اور وہ حکومت یا ریڈیو کے حکام سے نہیں۔ بلکہ ان حضرات سے ہے جو ریڈیو میں اردو پروگراموں کے کرتا دھرتا ہیں۔ دراصل یہ لوگ اپنے اختیارات کا صحیح استعمال نہیں کرتے۔ سعی و سفارش کے بعد اگر انھیں اردو کے نمائندہ کی حیثیت سے ریڈیو میں رکھ لیا جاتا ہے تو وہاں جاکر اردو کو ترقی دینے کے بجائے اپنی "ترقی" میں لگ جاتے ہیں اور اپنے کام کو خلوص اور دیانت داری سے نہیں کرتے۔ یہ لوگ اندھوں کی طرح ریوڑی بانٹنے لگتے ہیں۔ مشاعرہ ہوتا ہے تو چھانٹ چھانٹ کر ایسے ویسے شاعروں کو بھر لیا جاتا ہے اس لئے کہ یہ شعر و ادب میں تو کوئی حیثیت رکھتے نہیں یا تو گلے بازی خوب کرتے ہیں یا جن صاحب نے مشاعرے کی فہرست بنائی ہے ان کے چہیتے ہیں۔ حد یہ ہے کہ ادبی تقریروں اور تنقیدی مضامین کے سلسلے میں ان لوگوں کا نام سننے میں آتا ہے جو ادب یا تنقید کی الف بے بھی نہیں جانتے۔ یہ لوگ کرتے یہ ہیں کہ وقت پڑنے پر رام بابو سکسینہ کی "تاریخ ادب اردو" یا محمد حسین آزاد کی "آب حیات" یا پھر حالی کی "یادگار غالب" وغیرہ کھول کر اس میں سے چند صفحے بڑی صفائی سے نقل کر ڈالتے ہیں اور اپنی چوری کو چھپانے کے لئے تھوڑی بہت کتر بیونت کر لیتے ہیں۔ اگر عنوان ہے "اردو ادب اس سال میں" تو دو تین کتابوں پر اشتہار نما تبصرہ لکھ ڈالتے ہیں اور بڑے دھڑلے سے جاکر پڑھ دیتے ہیں جیسے یہ عنوان محض دھوکے کی ٹٹی ہے۔ سب سے دلچسپ چیز آل انڈیا ریڈیو دہلی کا "اردو میگزین" کا پروگرام ہے۔ یہ ایسا پروگرام ہے کہ آپ اگر ایک بار سن لیں تو دوبارہ سننے کی ہوس نہ ہو۔ اس میں چند اشخاص بار بار سامنے آتے ہیں اور سب کی ادبی حیثیت بھی مسلّم نہیں۔ پروگرام کے مرتب کا جا و بے جا اپنے آپ کو نمایاں رکھنا بھی اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس پروگرام میں ان حضرات کے علاوہ جو حصہ لیتا رہتا ہے وہ ان اشخاص کو دیا جاتا ہے جو اردو کے ادیب تو معمولی درجہ کے ہیں لیکن کسی نہ کسی بڑے سرکاری عہدے پر فائز ہیں یا کسی وزیر سے منسلک ہیں۔ اور پھر سب سے مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ اس ادبی پروگرام میں بھی جو غزلیں یا نظمیں پیش کی جاتی ہیں انھیں خود ان کا مصنف نہیں پیش کرتا بلکہ اسے ساز پر ریڈیو کے آرٹسٹ گاتے ہیں۔ اب آپ جوش ملسیانی صاحب کی ایک غزل سریندر کور کی زبانی سنئے، حالانکہ ادبی پروگرام کا سننے والا یہ توقع رکھتا ہے کہ جوش صاحب کی یہ غزل خود موصوف کی زبان مبارک سے سنے۔ اس لئے کہ صبح سے شام تک باقی وقتوں میں تو اس طرح وہ ہر طرح کی غزلیں سریندر کور یا آشا بھونسلے وغیرہ سے سنتا رہتا ہے۔ اس کے مقابلے میں اگر آپ کراچی یا راولپنڈی سے ریڈیو میگزین کا پروگرام سنیں یا لاہور سے جسے سید رضی ترمذی پیش کرتے ہیں تو اندازہ ہوگا کہ ان کے پروگرام کس قدر جاندار اور دلچسپ ہوتے ہیں اور ان کی سطح کس قدر بلند ہوتی ہے۔ کاش ریڈیو دہلی کے مرتب بھی زحمت فرما کر لاہور کا پروگرام سن لیا کریں۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ہندوستان کا پروگرام ہر حالت میں پاکستان کے پروگرام سے بہتر ہوتا کیونکہ ہمارے ملک میں اردو ادب سے متعلق جس قدر متنوع اور رنگا رنگ رجحانات پرورش پا رہے ہیں ان کی مثال ملنی مشکل ہے۔ اردو کے معیاری اور بلند پایہ لکھنے والوں کی تین نسلیں ہمارے درمیان موجود ہیں۔ اگر انھیں مناسب طور پر نمائندگی کا موقع دیا جائے تو ریڈیو ہمارے ادب اور کلچر کی آبیاری کا بڑا اچھا وسیلہ بن سکتا ہے۔

آخر میں ایک بات رسالہ "آواز" سے متعلق بھی سن لیجئے۔ پہلے یہ اچھا خاصا نکلتا تھا۔ لیکن ادھر چھ سات مہینوں سے میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ پروگرام بھی ٹھیک نہیں چھاپتا۔ اردو کی جتنی تقریریں ہوتی ہیں، ان پر اکثر و بیشتر مقرروں کے نام نہیں لکھے جاتے حالانکہ تقریر سننے والے مقرر کا نام پہلے جاننا چاہتے ہیں۔ ہوسکتا ہے جان بوجھ کر نام گول کر دیا جاتا ہو۔ بعض جگہ تو عنوانات غلط چھپتے ہیں اور غلط اناؤنس ہوتے ہیں۔ کیونکہ اناؤنسر بیچارہ جو لکھا ہوا دیکھتا ہے وہی پڑھ دیتا ہے۔ ایک بار رسالہ آواز میں یہ پروگرام چھپا "اردو کے صاحب طرز انشا پرداز میر منظور علی" میں دیکھ کر سخت حیران کہ یا اللہ یہ "میر منظور علی" کون سے صاحب طرز انشا پرداز ہیں جن سے میں واقف نہیں اور اتنے اہم ہیں کہ ان پر تقریر ہونے والی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد تو اپنی جہالت پر افسوس ہوا لیکن بعد میں یہ خیال آیا کہ ممکن ہے کتابت کی غلطی ہو۔ پروگرام کے روز شام کو اناؤنسر صاحب نے بھی یہی اعلان کیا کہ آپ فلاں صاحب سے "میر منظور علی" پر تقریر سنیں گے۔ بعد میں پتہ چلا کہ یہ دراصل "میر محفوظ علی" کے بارے میں تقریر تھی جو بہت بڑے اچھے مزاح نگار گزرے ہیں لیکن تقریر سن کر سر پیٹ لیا۔ اس لئے کہ مقرر ایک ایسے صاحب تھے جو تیسرے درجے کے شاعر ہیں اور انھیں نثر اور انشا پردازی کی ہوا سے کوئی سروکار نہیں۔

سوال یہ ہے کہ اردو کی اس درگت کی ذمہ داری حکومت کے سر ڈالنے سے کام چلے گا؟

ہماری زبان

۸ جنوری ۱۹۵۷ء

اردو کی ایک جامع لغت کی ضرورت

اردو میں یوں تو کئی اچھے اچھے لغات شائع ہو چکے ہیں مگر صورت یہ ہے کہ قریب قریب سب کے سب نایاب ہیں۔ اس وقت اچھے لغات کی ضرورت سبھی کو ہے مگر مجبوراً معمولی کتابوں سے کام نکالا جاتا ہے۔ فرہنگ آصفیہ اور نوراللغات کے سٹ اول تو ملتے ہی نہیں اور اگر ملتے ہیں تو ڈیڑھ دو سو روپے میں۔ ڈاکٹر عبدالحق صاحب نے عرصہ ہوا حیدرآباد میں ایک جامع لغت کی تیاری کے لئے کام شروع کیا تھا۔ اس لغت کی تیاری میں ڈاکٹر عابد حسین، ڈاکٹر عبدالستار صدیقی، مولوی احتشام الحق دہلوی، ہاشمی فریدآبادی اور متعدد اصحاب نے حصہ لیا تھا۔ حیدرآباد کی حکومت نے اس کام کے لئے معقول امداد بھی دی تھی۔ یہ کام قریب قریب مکمل ہو گیا تھا کہ ۱۹۴۷ء کے ہولناک واقعات پیش آئے اور قبل اس کے کہ حکومت ہند، انجمن کے دفتر کی حفاظت کا انتظام کرے، بہت سی قیمتی کتابیں اور کاغذات ضائع ہو گئے۔ جب انجمن کا دفتر علی گڑھ منتقل ہوا تو کاغذات میں لغت کے مسودے بھی تھے جو مختلف چھوٹے چھوٹے کاغذوں پر مشتمل تھے۔ یہ کاغذات دفتر میں یوں ہی رکھے ہوئے تھے اور کچھ دیمک کی نذر بھی ہو گئے تھے اب ان کو حفاظت سے حروف کی ترتیب کے اعتبار سے یکجا کر دیا گیا ہے اور ان کی بنیاد پر ایک جامع لغت تیار کرنے کا مصمم ارادہ ہے۔

چونکہ فرہنگ آصفیہ اور نوراللغات کی اشاعت کے بعد سے اردو میں بہت سے انگریزی، ہندی اور دوسری زبانوں کے الفاظ داخل ہو گئے ہیں۔ اس لئے یہ لغات اب جامع نہیں کہی جا سکتیں۔ ہمارا ارادہ یہ ہے کہ مولوی عبدالحق صاحب کی نگرانی میں جو کام ہوا تھا، اسے بنیاد بنا کر ان تمام لغات کا اضافہ کیا جائے جو اب اردو میں رائج ہو گئے ہیں۔ رواج کا اندازہ اردو کے مستند ادیبوں کی سنجیدہ تصانیف اور مستند رسالوں اور اخباروں کے مندرجات سے کیا جا سکتا ہے۔

یہ بہت بڑا کام ہے اور اس کی افادیت اور اہمیت کسی سے پوشیدہ نہیں۔ انجمن اس کام کو جلد سے جلد شروع کرنا چاہتی ہے اور اس کے لئے مستند ادیبوں اور اہل زبان اشخاص کی خدمات حاصل کی جا رہی ہیں۔ ہمارا اندازہ یہ ہے کہ اس کام پر چار سال صرف ہوں گے۔ پہلے سال میں کام اس منزل پر پہنچ جائے گا کہ دوسرے سال ہی میں پہلی جلد شائع کی جا سکے۔ تیسرے سال دو جلدیں شائع کی جا سکتی ہیں اور چوتھے سال دو اور۔ اس طرح تقریباً پانچ ہزار صفحات کی پانچ جلدیں جن کی قیمت ۱۵ روپے فی جلد کے حساب سے ۷۵ روپے تک ہو سکتی ہے چار سال میں پیش کی جا سکتی ہیں۔ اس کے ساتھ ایک چھوٹی لغت جس میں اصطلاحوں کو چھوڑ کر روزمرہ ضروریات کے الفاظ ہوں، تقریباً ہزار صفحے کی بھی تیار کی جا سکتی ہے جو طلبا اور عام لوگوں کے لئے بہت مفید ہو سکتی ہے۔

اس عظیم الشان کام کے لئے پچاس، ساٹھ ہزار روپے کا تخمینہ کیا گیا ہے۔ انجمن اپنے موجودہ وسائل کو دیکھتے ہوئے یہ کام اپنے عام بجٹ سے انجام نہیں دے سکتی۔ ہمیں امید ہے کہ جب پہلی جلد شائع ہو جائے گی اور کام کی اہمیت سب پر واضح ہو جائے گی تو حکومت بھی اس سلسلے میں ہماری امداد کرے گی۔ لیکن حکومت سے پہلے اردو دوستوں کو اس کام میں انجمن کی مدد کرنی چاہئے۔ ابھی کچھ عرصہ ہوا مرہٹی زبان میں ایک انسائیکلو پیڈیا ۲۳ جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ اس کام میں حکومت سے کوئی مدد نہیں لی۔ اس کو کامیاب بنانے والوں نے سو سو روپے کے تقریباً ساڑھے تین ہزار خریدار بنائے جن سے مناسب قسطوں میں روپیہ وصول کیا گیا اور دس سال میں یہ اہم بالشان کام انجام کو پہنچا۔ مگر نہ خریدار بچھڑے نہ کام کرنے والوں نے ہمت ہاری۔ اردو والوں کو مرہٹی والوں سے سبق لینا چاہئے تاہم کسی ہندستانی زبان میں آج تک ایسی انسائیکلو پیڈیا تیار نہیں ہوئی۔ ہمیں بھی یہ کام کرنا ہے مگر پہلے ہم ایک جامع لغت تو شائع کر دیں۔

اگر ہم ایک ہزار خریدار لغت کے لئے بنائیں تو ہمارے سارے اخراجات نکل آئیں گے۔ انجمن کو یہ اطمینان ہے کہ وہ اردو دوستوں کے بل پر اپنے مفید علمی و ادبی کام جاری رکھ سکتی ہے اور اُسے کسی حکومت کی امداد کی احتیاج نہیں۔ اردو دوستوں کو سنجیدہ اور علمی کاموں میں شریک ہو کر تعمیری کاموں کے لئے لگن ہاتھ آئے گی۔ ہمیں حوصلہ ہوگا کہ اس کے بعد اردو کی انسائیکلو پیڈیا بھی تیار کرائیں۔

یقین ہے کہ ہماری زبان کے پڑھنے والے ہماری اس جرأت رندانہ کا خیر مقدم کریں گے اور اس کے لئے وسائل فراہم کرنے میں ہماری پوری امداد کریں گے۔ اسکیم کی تفصیلات عنقریب شائع ہوں گی۔ انجمن تو بہرحال یہ کام انجام دے گی لیکن مقررہ تعداد میں خریدار فراہم ہو جائیں تو یہ کام خوش اسلوبی سے ہو جائے گا ورنہ اس میں دیر لگنے کا اندیشہ ہے۔ موجودہ دور میں دیر نقصان کا باعث بھی ہو سکتی ہے

بقیہ: ایشیائی ادیبوں کی کانفرنس

ایران، انڈونیشیا، اس کے بعد ہنگری، چین اور آسٹریلیا، روس، سیلون اور جاپان کے نمائندوں نے تقریریں کیں۔ جس میں تقریباً ہر ایک نے اس بات پر زور دیا کہ عالمی ادیبوں کے درمیان تہذیبی روابط بڑھنے چاہئیں۔

۲۹ دسمبر ۱۹۵۶ء

آج وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو اور نائب صدر جمہوریہ ڈاکٹر رادھا کرشنن نے تقریریں کیں

پنڈت نہرو نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ ادیب کو ایک خوبی اپنے اندر ضرور پیدا کرنا چاہئے اور وہ خوبی ہے مکمل خلوص۔ نہرو جی نے فرمایا کہ میرے خیال میں عالمی کلاسیکی ادب میں بہتر نگارش، رفعت تخیل اور زور بیان کی دوسری خوبیوں کے علاوہ یہ خوبی بھی بڑی حد تک موجود ہے۔ نہرو جی نے ادیبوں کے اس اجتماع پر اپنی انتہائی خوشی کا اظہار کیا۔ انھوں نے کہا کہ ہم سب کو چاہئے کہ جو کچھ کہیں اور جو کچھ لکھیں اس میں خلوص اور سنجیدگی ہو اور ہماری تحریروں میں ان کے وطن کی روح، جذبہ اور ضمیر کی نمائندگی ہونی چاہئے۔

ڈاکٹر رادھا کرشنن نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ ادیبوں کو اپنی حکومت کی آواز سے اپنی آواز بلند کرنی چاہئے۔ اگر ہمارے ادیب قومی جذبے کے تحت انسانیت کے مفاد کے ساتھ غداری کرتے ہیں تو وہ انسانیت کے مستقبل سے غداری کریں گے ہماری بنیادی محبت انسانیت سے ہے۔ اور اس محبت کو عالمگیر ہونا چاہئے۔

عالمی ادیبوں کی یہ دو روزہ گول میز کانفرنس یہ امید ظاہر کرنے کے بعد ختم ہوئی کہ مستقبل قریب میں عالمی دوستی باہمی تہذیبی روابط کی تیاریوں کے لئے تمام دنیا کے ادیبوں کی ایک بڑی کانفرنس منعقد ہوگی۔ ایشیائی نمائندوں کے علاوہ آسٹریلیا، برطانیہ، امریکہ، روس، جرمنی، رومانیہ، ہنگری، ارجنٹائن، کولمبیا، گوات مالا اور اٹلی کے نمائندوں نے شرکت کرکے اس کانفرنس کو عالمی کانفرنس کا روپ رنگ دے دیا۔

صدر جمہوریہ ڈاکٹر راجندر پرشاد نے کانفرنس کے نمائندوں کو ایک عصرانہ بھی دیا۔

ہماری زبان کی سالانہ قیمت تین روپے منی آرڈر سے دو آنے اور وی پی سے ۹ر آنے صرف آتا ہے۔

ادبی اکاڈمی لکھنؤ

کل ہند پیمانہ پر لکھنؤ میں ایک ادبی اکاڈمی کے قیام کے سلسلہ میں ایک مشاورتی جلسہ ڈاکٹر نورالحسن صاحب کے مکان پر پروفیسر عبدالاحد خاں خلیل کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس جلسے میں خصوصی دعوت پر مقامی و بیرونی حضرات نے شرکت کی۔

جلسہ میں متفقہ طور پر طے پایا کہ لکھنؤ جیسے شعری و ادبی مرکز میں ایک ادبی اکاڈمی کا قیام عمل میں لایا جائے جس کے زیر اہتمام اردو کی بہترین ادبی کتابیں شائع کی جائیں اور اردو کو زیادہ سے زیادہ مقبول بنانے کے لئے ایک سہ ماہی ادبی شمارہ بھی نکالا جائے جو ایک خاص ادبی دستاویز کی شکل میں کتابی سائز پر شائع ہو۔

اس اکاڈمی کو چلانے کے لئے امداد باہمی کا طریقہ عمل میں لایا جائے اور سو ممبران ایسے بنائے جائیں جو کم از کم سو روپیہ کا ایک حصہ یک مشت یا بالاقساط خرید سکیں۔ اکاڈمی کو کامیاب طور پر چلانے کے لئے ایک بورڈ کا انتخاب عمل میں آیا۔ جس میں ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی (صدر) پروفیسر احتشام حسین (نائب صدر) پروفیسر عبدالاحد خاں خلیل (خازن)، شجاعت علی سندیلوی (جنرل سکریٹری) چودھری نفیس احمد وکیل (مشیر قانونی) نسیم احمد صاحب (دانش محل) (انچارج مطبوعات) ڈاکٹر نذیر احمد ایم۔ اے (ڈی لٹ) ناظر کاکوری، سلام سندیلوی، شریف الحسن صدیقی، حبیب اللہ عرفان لکھنوی اور گیانی مہندر سنگھ وغیرہ ممبران منتخب ہوئے۔

پروفیسر احتشام حسین، ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی، اور عبدالاحد خاں خلیل پر مشتمل ایک کمیٹی دستور العمل کے لئے بنائی گئی

اکاڈمی کا آئندہ جلسہ جنوری ۱۹۵۷ء کے تیسرے ہفتے میں ہوگا۔ اس سلسلے میں جملہ خط وکتابت ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی، نصیر منزل، کوچہ میر جان، نیا گاؤں لکھنؤ سے کیجئے۔

شجاعت علی سندیلوی

پروفیسر آل احمد سرور کی

صدارت میں بہار اردو طلباء کا اجتماع

کل ہند انجمن ترقی اردو کے جنرل سکریٹری پروفیسر آل احمد سرور بہار اردو طلباء کے کنونشن کی صدارت فرما رہے ہیں۔ یہ کنونشن ۱۹۔ جنوری کو شروع ہوگا۔ سرور صاحب دوران قیام میں بہار ریاستی انجمن کے کارکنوں سے ملاقات کریں گے اور انجمن کی سرگرمیوں سے متعلق مشورے کریں گے۔

ایشیائی ادیبوں کی کانفرنس

(بہ سلسلہ گزشتہ)

۲۴-دسمبر ۱۹۵۶ء

آج ایشیائی ادیبوں کی کانفرنس کا دوسرا دن ہے۔ دوسرے دن کے سیشن میں شری راج گوپال اچاریہ نے تقریر کی جو تامل زبان کے ممتاز ادیب ہیں۔ راجاجی نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ آج دنیا میں "سرد جنگ" کا عام مرض پھیل رہا ہے اور اس کا اثر ہر جماعت پر پڑ رہا ہے۔ حتیٰ کہ ادیب بھی اس سے محفوظ نہیں ہیں۔ آپ لوگوں کو چاہیے کہ اس کانفرنس میں اس مرض کو پھیلنے نہ دیں۔ راجاجی نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ ادیبوں سے میں سیاست سے علیحدہ رہنے کے لئے نہیں کہتا۔ البتہ یہ ضرور کہوں گا کہ یاد رکھئے کہ آپ ادیب ہیں نہ کہ سیاست داں۔ انھوں نے اپنی تقریر میں ادیبوں کی آزادی پر خاص طور پر زور دیا۔ راجاجی نے ایشیائی اور مغربی ممالک کے ادب کا مقابلہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ماضی میں ایشیا کا ادب عالیہ مغربی ممالک کے ادب عالیہ سے زیادہ عظیم اور بہتر رہا ہے لیکن آج ادب کے معاملے میں مغربی ممالک ایشیائی ملکوں سے آگے بڑھ چکے ہیں۔ انھوں نے ادیبوں کو ہر ملک سے اچھے خیالات لینے کی تلقین کی اور گروہ بندی سے بچنے کی ہدایت کی۔

شری راجگوپال اچاریہ کی تقریر کے بعد ڈاکٹر سی پی راما سوامی آئر وائس چانسلر بنارس یونیورسٹی نے تقریر کی اور کہا کہ ایشیائی ممالک میں آپسی اتحاد ضروری ہے جو پھیل کر عالمی ہو سکتا ہے اور یہی اتحاد ایک دنیا کے قیام میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد روسی وفد کے رہنما مرزا ترسون زادے نے تقریر کی۔ روسی وفد تو ایشیائی جمہوریتوں کے نمائندوں پر مشتمل تھا۔

مرزا ترسون زادے نے اپنی تقریر کے دوران میں فرمایا کہ بغیر امن کے ادب کی تخلیق ناممکن ہے۔ انھوں نے ایشیائی ادیبوں اور فن کاروں کے اتحاد پر بھی زور دیا۔

اس کے بعد نیپالی اور مشرقی پاکستان کے ادیبوں نے تقریریں کیں۔

۲۵- دسمبر ۵۶ ۱۹ء

ایشیائی ادیبوں کی کانفرنس نے آج ادیبوں کی آزادی کے مباحثے میں حصہ لیا۔

بنگال کے ادیب مسٹر آنند شنکر رائے نے بحث کو شروع کرتے ہوئے کہا کہ ادیب اور پڑھنے والے کے درمیان صرف ایک تجارتی رشتہ نہیں ہے بلکہ ذاتی بھی ہوتا ہے اور کسی تیسری جماعت کو اس میں مداخلت نہ کرنی چاہیے اور رشتے کے قوانین بنانے کا حق نہ تو کلیسا کو ہے اور نہ ریاست اور رائے عامہ کو۔ ہاں ایک پابندی ضرور ہے اور وہ یہ کہ سماج کے شائستہ قوانین کا ادیبوں کو لحاظ ضرور رکھنا چاہیے۔

چینی وفد کے رہنما مسٹر لاؤشی نے فرمایا کہ ادب کے مدرسۂ فکر کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے تاکہ ہمارے ادیب اپنے سیاسی نظریات کے باوصف خواہ وہ قدیم خیالات کے داعی ہوں یا جدید نظریات کے علمبردار پھل پھول سکیں۔ ادیب کو اتنی آزادی ہونی چاہیے کہ جو چیز وہ پسند کرے اسے لکھ بھی سکے۔ نیز ادیبوں کو ایک دوسرے کی تحریر پر کھلی تنقید کا حق بھی ملنا چاہیے تاکہ ادب آگے بڑھ سکے۔

برمی وفد کے لیڈر نے اپنی تقریر میں کہا کہ ادیبوں کی آزادی ضروری ہے لیکن یہ آزادی عوام کے خلاف استعمال نہ ہونی چاہیے بلکہ عوام کی خدمت کے لئے۔ تاریخ کا یہ پہیہ پیچھے کرنے کے لئے نہیں بلکہ اسے آگے بڑھانے کے لئے ہونا چاہیے۔

شام کے وقت کانفرنس مختلف گروپ میں بٹ گئی ان میں سے ایک گروپ نے ادیبوں کی آزادی پر بحث میں حصہ لیا دوسرے گروپ نے ایشیائی روایات اور نئے ایشیا کی بیداری پر تبادلۂ خیال کیا۔

ادیبوں کی آزادی کے سلسلے میں چند تقریریں اور ہوئیں۔ سائبیریا کے روسی ادیب سافرونوف نے اپنی تقریر میں کہا کہ میں ادیب کی حیثیت سے یہ کہتا ہوں کہ میرے یہاں کسی نے مجھے کچھ لکھنے کے لئے نہیں روکا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہم کریملن سے ہدایت لے کر لکھتے ہیں یہ غلط ہے اس لئے کہ ہم ادیبوں کو اپنے ملک کے عوام کی خدمت کرنے کی مکمل آزادی ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں اس رائے سے اختلاف کرتا ہوں کہ ادب صرف ایک تخلیقی فریضہ ہے اور اس کا کوئی اخلاقی اور سماجی مقصد نہیں ہے کوئی ادیب اپنے کو کسی کمرے میں مقفل نہیں کر سکتا۔ اگر باہر عوام ایٹم بم کا شکار ہو رہے ہیں۔ ادیب کو چاہیے کہ اپنی تخلیقی قوت کو عوامی مفاد میں استعمال کرے۔ ہندی اور ایشیا کے دوسرے ملکوں کے ادب کے سلسلے میں رپورٹیں پیش کی گئیں۔

پروفیسر آل احمد سرور نے اردو کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا کہ گزشتہ تین سو سال میں اردو نظم و نثر میں بہترین ادبی تخلیقات ہوئی ہیں۔ یہ لٹریچر ہماری تہذیب کے مختلف عناصر ہندستانی عوام کی آرزوؤں اور ان کے امید و بیم کے جذبات کی ترجمانی کرتا ہے۔ سرور صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ باوجودیکہ اپنے ابتدائی زمانے میں ہمارا ادب صوفیانہ خیالات کی ترجمانی کرتا تھا لیکن شروع سے آخر تک اس میں ہندستانی عوام کی انسان دوستی کی روایات کا عکس نظر آتا ہے۔ انھوں نے ہندستان میں

اردو کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے بتایا کہ ہندستان میں سب سے زیادہ اخبار اور رسالے اسی زبان میں شائع ہوتے ہیں یہ زبان سب سے پہلے اعلیٰ تعلیم کے لئے استعمال ہوئی اس میں بچوں کا ادب بھی موجود ہے اور عورتوں کا بھی۔ عورتوں نے بھی اس کی ترقی میں حصہ لیا۔

انھوں نے بتایا کہ تقسیم کے بعد جو افسردگی طاری ہو گئی تھی وہ اب دور ہو گئی ہے اور اردو کے ادیب ہندستان میں ایک نیا اور بہتر سماج بنانے میں دوسرے عناصر کے دوش بدوش کام کر رہے ہیں۔

نیز انھوں نے جدید اردو ادب کے تمام اہم رجحانات کا بھی تذکرہ کیا۔

اس کے بعد بنگالی، تامل، ازبک ادیبوں نے تقریریں کیں مغربی پاکستان کے نمائندے جناب فیض احمد فیض نے اپنی رپورٹ پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ہندستان کی طرح پاکستان میں بھی مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں جیسے پنجابی، سندھی، پشتو اور بلوچی زبانیں بھی اپنی ترقی کے لئے کوشاں ہیں۔ لیکن پاکستان میں اردو اظہار خیال کا سب سے بڑا ذریعہ تھی جس میں تخلیقی ادب کی زبردست تحریک چل رہی ہے۔ ہماری نثر اور نظم میں بڑے متنوع قسم کے تجربے ہو رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ پچھلے نو سال میں ہمارا ادب سماجی حقیقت پسندی کی جانب بڑی تیزی سے بڑھا ہے اور ظاہری رومانویت اور غیر مقصدی تخلیق سے اپنا دامن بچاتا رہا ہے۔

۲۶۔ دسمبر ۱۹۵۶ء

آج کانفرنس کا چوتھا دن تھا۔ آج بھی مختلف ملکوں کے نمائندوں نے اپنی زبان و ادب کے سلسلے میں اپنی رپورٹیں پیش کیں۔ ہندستانی زبانوں میں مراٹھی، پنجابی، آسامی، کناری، ہندی، راجستھانی زبانوں کے ادیبوں نے تقریریں کیں۔ ہندی ادب کے سلسلے میں واتسائن، پرکاش چندر گپت، سی بی راؤ نے اپنے خیالات ظاہر کئے۔

ادیبوں کی آزادی کے مسئلے پر آج پھر تقریریں ہوئیں جن میں وجے یادیو شانن ساتی، سپنیلیو، بی۔ ایس اپادھیا، جی سی مصرا، جے کرشن مصرا، آر این ریڈی، پروفیسر گیڈگل، سجاد ظہیر، دھرم سری کرنو، اعجاز ہیادی، اے رزاق اور ڈاکٹر عبدالعلیم قابل ذکر ہیں۔

سجاد ظہیر صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ یہ میرا عقیدہ ہے کہ جس سماج میں آزادی ہے اور انسان کی بنیادی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ وہاں دوسرے سماج کے مقابلے میں زیادہ تخلیقی ادب پیدا ہوگا۔ سوشلسٹ سماج میں زیادہ آزادی ہے اور وہاں فن کار کی تخلیقی صلاحیت کے پھلنے پھولنے کا زیادہ امکان ہے۔

ڈاکٹر عبدالعلیم نے فرمایا کہ ادیب کی آزادی کا مسئلہ عام انسانوں سے علیحدہ نہیں ہے۔ انھوں نے اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ ادیب پر بھی دوسرے انسانوں کی طرح سماج کی ذمہ داری ہے اور ادیب کو سماج کی بھلائی کے لئے کام کرنا چاہیے۔

۲۷۔ دسمبر ۱۹۵۶ء

آج مجلس مضامین کے مقرر کئے ہوئے چار کمیشنوں کی رپورٹوں کو منظور کر لیا گیا۔ یہ رپورٹیں مختلف موضوعات پر پیش کی گئیں جب آزادی اور ادیب کے عنوان سے رپورٹ زیر بحث آئی تو اس پر بڑی گرما گرم بحث ہوئی۔ مراٹھی ادیب پروفیسر گیڈگل نے ایک ترمیم پیش کی کہ تمام آمرانہ حکومتوں میں سچے فن کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے اور فن کو عوام کے خلاف استعمال کیا جاتا ہے۔

سردار جعفری اور سجاد ظہیر نے اس ترمیم کی مخالفت کی۔ سجاد ظہیر نے فرمایا کہ اگر یہ تحریک منظور کر لی گئی تو میں تجویز پیش کروں گا کہ میرے بیان کو بھی رپورٹ میں شامل کیا جائے جس میں میں نے کہا تھا کہ صرف سوشلسٹ سماج ہی تخلیقی ادیب پیدا کر سکتا ہے۔

کافی بحث کے بعد کانفرنس نے ڈاکٹر ملک راج آنند کی رائے سے اتفاق کیا کہ ہمیں ادبی معاملے میں سیاسی الفاظ سے بچنا چاہیے۔

آج کے جلسے میں حسب ذیل حضرات نے تقریریں کیں۔ ادیب ٹویا (چینی)، پدما نابھم اور آریا (تامل) لکشمی پرشاد دیوکوٹے (نیپالی)، ادیب سنت باپٹ (مراٹھی) مسٹر سوامی (تلگو) سردار گوربخش سنگھ (پنجابی) شیو کمار جوشی اور مہتا (گجراتی) بیگ مرزا آصف (کشمیر) محمد کمال حسین (مصر) اور بعض دوسرے ادیبوں نے بھی حصہ لیا۔

۲۸۔ دسمبر ۱۹۵۶ء

آج ایشیائی ادیبوں کی کانفرنس نے عالمی کانفرنس کی شکل اختیار کر لی اور عالمی پس منظر کی جہت سے ادبی مسائل پر غور کیا گیا۔ اطالوی وفد کے لیڈر کارلو لیوی کو صدر اور ہندستان و امریکہ کے مندوبین کو نائب صدر منتخب کیا گیا۔

مسٹر کارلو لیوی نے اس بات پر اظہار مسرت کیا کہ ایشیائی ادیبوں کی کانفرنس کے بعد فوراً دنیا بھر کے ادیبوں کی کانفرنس ہو رہی ہے۔ عالمی ادب عالمی واقعات سے الگ تھلگ نہیں ہونا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ ادب سے متعلق بحث انسانی مسائل کے متعلق بحث کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ انسانی آزادی کی بڑی بڑی تحریکیں عظیم الشان ادبی کارناموں کی تخلیق کا باعث ہیں۔

گولڈ کوسٹ کے ٹی کرز جانسن نے اس بات پر اظہار افسوس کیا کہ لوگوں نے افریقہ کے باشندوں کے خلاف غلط رائے قائم کر لی ہے۔

(بقیہ صفحہ ۳ پر)

انجمن کی خبریں

دہلی

نئی دہلی۔ ۳۰۔دسمبر انجمن ترقی اردو ہند شاخ دہلی کا سالانہ جلسہ کانسٹی ٹیوشن کلب میں منعقد ہوا جس میں ڈاکٹر تاراچند سفیر ایران، پنڈت سندرلال، شری گوپی ناتھ امن اور راجیندر ناتھ شیدا نے تقریریں کیں، جگن ناتھ آزاد اور گلزار زتشی نے نظمیں پڑھیں۔

ڈاکٹر تاراچند نے اپنی صدارتی تقریر میں ایک ماہر لسانیات کی حیثیت سے اردو ہندی کی تاریخ پر سیر حاصل تبصرہ کیا آپ نے فرمایا کہ نئی ہندی جن تبدیلیوں سے بنی ہے اردو زبان بھی ان تبدیلیوں کا نتیجہ ہے۔ یہ غلط ہے کہ اردو مسلمانوں کی زبان ہے ہندی اردو کا ارتقاء بارہویں صدی عیسوی میں اس وقت عمل میں آیا جب مسلمانوں نے سرزمین ہند میں اپنا قدم بھی نہ رکھا تھا۔

ڈاکٹر تاراچند نے فرمایا کہ اردو ہندی دونوں زبانیں ایک ہیں۔ دونوں پراکرت سے نکلی ہیں۔ دونوں کی آواز اور دونوں کے افعال ایک ہیں۔

ڈاکٹر تاراچند نے ہندی میں سنسکرت کے موٹے موٹے الفاظ استعمال کرنے کو ناپسند کیا اور کہا کہ ایک وقت آئے گا جب لوگ آنکھیں کھولیں گے کہ وہ کس قسم کی غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ دونوں زبانوں کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔

اس سلسلے میں آپ نے اردو والوں کو سراہا کہ انھوں نے اپنی زبان میں الفاظ ان زبانوں سے لئے ہیں جو بولی جاتی ہیں۔ آپ نے ہندی اور سنسکرت میں دوری کی ایک مثال دی کہ ہندی کے شعرا نے سنسکرت کی بحریں چھوڑ دی ہیں اور وہ اردو بحروں میں کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سنسکرت کی بحریں کانوں کو اچھی نہیں معلوم ہوتیں۔ اس کے برعکس اردو کی بحریں عوام کے کانوں کو بھلی معلوم ہوتی ہیں۔ اردو اور ہندی کی دوری کے سلسلے میں ڈاکٹر تاراچند نے انگریز حکمرانوں کو مورد الزام قرار دیا کہ انھوں نے مسلمانوں کو ۱۸۵۷ء کی غداری کا مزا چکھانے کے لئے اردو ہندی کا جھگڑا کھڑا کیا۔ ہم سادہ لوح تھے دھوکے میں آگئے۔

ڈاکٹر تاراچند نے اردو کے حامیوں کو مشورہ دیا کہ وہ زمانے کی تبدیلیوں کو سامنے رکھیں اور یکرنگی کے فقرے بنیں اردو میں تبدیلی کی صلاحیت موجود ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر اس کو پھیلانا ہے تو اردو کے بجائے ہندستانی کے نام سے پکارنا مناسب ہے اس صورت میں یہ ممکن ہوگا کہ اردو والے ایسا ادب پیش کر سکیں جس کے ذریعہ سارا ہندستان متحد ہو جائے۔

پنڈت سندرلال نے اس جلسے کی صدارت کے لئے ڈاکٹر تاراچند کا نام پیش کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ہندی والے غیر مانوس الفاظ استعمال کرکے اپنی زبان کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میری مادری زبان اردو ہے ہر شخص چاہتا ہے کہ اس کی مادری زبان محفوظ رہے اسی لئے میں انجمن ترقی اردو ہند کا ممبر ہوں۔

شری گوپی ناتھ امن نے اس رجحان کی سخت الفاظ میں مذمت کی کہ زبان میں اب سے ڈھائی ہزار سال پہلے کے الفاظ شامل کئے جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ زبان کی ترقی کو روکنے کی کوشش ملک کی ترقی میں رکاوٹ کا باعث ہوگی۔

جلسے کی کارروائی کے بعد محفل مشاعرہ منعقد ہوئی جس کی صدارت جناب سجاد ظہیر نے فرمائی۔

دہلی ۲۸۔دسمبر۔ انجمن ترقی اردو شاخ دہلی کی جانب سے آج دوپہر ایشیائی ادیبوں کی کانفرنس میں جو ہندستانی اور پاکستانی اردو کے ادبا، شعرا تشریف لائے ہیں ان کو دعوت دی گئی۔ اس شاندار ضیافت میں جو لوگ شریک ہوئے ہیں ان کے نام یہ ہیں۔

مولانا عبدالمجید سالک، فراق گورکھپوری، فیض احمد فیض، سید سجاد ظہیر، ڈاکٹر عبدالعلیم، آل احمد سرور، میاں ممتاز اختر، ساغر نظامی، ڈاکٹر ملک راج آنند، ڈاکٹر سید محمود، ڈاکٹر بی ایم ... ، جگن ناتھ آزاد، ڈاکٹر عبادت ... ، شفائی، سلیمان اریب، تاباں، پرکاش پنڈت اور سردار جعفری۔

بلند شہر (یوپی) ڈاک سے، انجمن ترقی اردو شاخ بلند شہر نے حسب پروگرام مجاز لکھنوی اور علامہ کیفی کی پہلی برسی منائی۔ مذکورہ جلسے کی صدارت جناب خضر برنی نے فرمائی۔ صدر جلسہ نے حضرت کیفی آنجہانی کو اظہار عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ موصوف اردو کے عظیم ادیب تھے آپ حقیقت میں بابائے اردو تھے۔ خضر صاحب نے اردو کے اداروں سے اپیل کی کہ وہ آنجہانی کے منتشر مضامین کو یکجا کرکے شائع فرمائیں۔

انبالہ چھاؤنی

۲۲- دسمبر- انجمن ترقی اردو شاخ پنجاب کی ایک میٹنگ انجمن کے صدر جناب اے جی ایبل صاحب کے زیر صدارت منعقد ہوئی جس میں شاخ انجمن کے سکریٹری ملک اوم پرکاش آنند نے جلسے کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی۔

اس جلسے میں ڈاکٹر چاند صاحب، اکرشن رہبر، بلبیر سنگھ دیاغ اور جیون داس اثر نے اردو زبان کی بقا اور ترقی کے سلسلے میں اپنی تجاویز پیش کیں۔ جناب صدر نے اپنی تقریر میں اردو کو عام فہم اور عوامی زبان بنانے پر زور دیا۔

اس جلسے میں یہ طے پایا کہ انجمن ترقی اردو پنجاب کی نمائندہ ایک روزہ کانفرنس کرے جس میں ہندستان کے ادیبوں اور خاص طور پر پنجاب کے ادیبوں اور شاعروں کو مدعو کیا جائے۔ عوام کی دلچسپی کے لئے رات کو آل انڈیا مشاعرہ بھی کیا جائے جس میں پاکستان کے چند شعراء کو بھی دعوت دی جائے۔ کانفرنس کی تاریخ کا فیصلہ کرنے کے لئے وسط جنوری کو انجمن کی مجلس انتظامیہ کا ایک جلسہ ہو رہا ہے۔ اس جلسے میں یہ بھی طے پایا کہ اخبارات کے ذریعے ایک اپیل شائع کی جائے تاکہ پنجاب میں انجمن کی شاخوں کے قیام میں مدد ملے۔

ناگ پور

مورخہ ۲۳- دسمبر ۱۹۵۶ء بروز اتوار مسلم کلب صدر بازار ناگ پور میں شہر انجمن ترقی اردو کا شاندار جلسہ منعقد ہوا۔ جناب منور حسین صاحب شاکر اورنگ آبادی ایم- اے ڈگولڈ میڈلسٹ) صدر شہر انجمن ترقی اردو، ناگ پور نے انجمن کے مقاصد کی روشنی میں جلسے کی اہمیت پر وضاحتی تقریر فرمائی اور عالی جناب ڈاکٹر فیروز الدین صاحب کا اسم گرامی جلسے کی صدارت کے لئے تجویز فرمایا۔ بعد تائید و مزید تائید ڈاکٹر صاحب نے کرسی صدارت کو رونق بخشی۔ جلسہ ۳ بجے دن سے شروع ہوکر ۷ بجے شام تک جاری رہا۔ منثور و منظوم کلام سے سامعین کو محظوظ کرنے والے احباب میں سعد بنارسی بی۔ اے، پروفیسر شمس الرحمٰن شاکر اورنگ آبادی، شوکت جعفری ایم اے، شعور گیسوری تاجپوری بیک اور بیرونی شعراء میں جناب کاشف اندوری کا کلام پیش از حد پسند کیا گیا۔

شرکاء میں ارباب ذوق کے علاوہ عالی جناب سعادت اللہ خاں صاحب۔ سکریٹری اردو سیکنڈری ایجوکیشن بورڈ ناگ پور، عالی جناب غلام دستگیر خاں صاحب ایڈیٹر، مولوی سید احمد صاحب اور عالی جناب پروفیسر طیب احمد صاحب جیسی گرامی مرتبت ہستیاں بھی زینت جلسہ تھیں۔

آنند سیالی

ناظم نشر و اشاعت

انجمن ترقی اردو

ناگ پور

غزل

آئی نامغرب کے قدموں پر سیاست گھوم کے
ہو گئے آخر کو دو ٹکڑے وطن مرحوم کے

تلخیٔ حالات شامل تھے دل مغموم کے
منھ بنانا پڑ گیا لب ہائے ساغر چوم کے

ہے یہ موسم کی خرابی یا دلیل انقلاب
جام چھوتا ہوں تو اڑ جاتے ہیں بادل جھوم کے

تب ممکن ہے اس کی بے نیازی کو شکست
میں نے برسوں ناز اٹھائے ہیں دل مغموم کے

جا رہے ہیں جائیں اپنے رخ پہ شیخ و برہمن
میکدے آنا پڑے گا دیر و کعبہ گھوم کے

شاد پاکستان کیوں جاؤں میں بھارت چھوڑ کر
جبکہ میرے ساتھ ٹکڑے ہیں مرے مقسوم کے

شاد عارفی

ناگور

انجمن ترقی اردو ناگور نے ایک میمورنڈم شری موہن لال جی سکھاڑیا وزیر اعلیٰ، وزیر تعلیم راجستھان کو بھیجا ہے کہ انجمن ترقی اردو ناگور نے مقامی ضلع لائبریری میں اردو کتب و رسائل کے بارے میں سکریٹری ایجوکیشن، ڈائرکٹر ایجوکیشن، ڈپٹی ڈائرکٹر ایجوکیشن کو توجہ دلائی ہے مگر ابھی کوئی توجہ نہیں ہوا ہے۔ لائبریری میں حاضری رجسٹر سے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ پڑھنے والے قریباً نصف ہوگئے ہیں۔ پھر کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ اتنی بڑی تعداد کو لائبریری میں اردو رسائل و اخبارات نہ ملیں۔ آج تک جو اردو اخبارات و رسائل کی مہم انجمن ترقی اردو کی کوشش سے لائبریری کو امداد ملی ہے اس سے اردو دانوں کی کچھ دلچسپی برقرار ہے ایسے کہ انجمن کے جائز و واجب مطالبہ کو پورا کیا جائے گا۔

اُردو دُنیا

مرادآباد میں بزم جگر کا قیام

مرادآباد ۲۵ دسمبر۔ بروز منگل ۸ بجے شب ایک میٹنگ زیر صدارت بھگوت سرن صاحب محلہ کٹھی بر مکان عبدالرشید صاحب کارخانہ پالش منعقد ہوئی جس میں ایک کمیٹی کا انعقاد عمل میں آیا جس کا مقصد اردو ادب کی بقا و ترقی مشاعروں اور ادبی مجالس کے ذریعہ کرنا ہوگا۔ طے پایا کہ کمیٹی کا نام بزم جگر ہو۔ چنانچہ بزم جگر مرادآباد کے عہدہ داران کا انتخاب حسب ذیل عمل میں آیا۔

سرپرست، جلال الدین محلہ کٹھی۔ صدر۔ بھگوت سرن صاحب۔ نائب صدر، دیاج الدین صاحب پیش کار امروہوی سکریٹری۔ مولانا نور المہدی صاحب مظفرپوری، نائب سکریٹری۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب امروہوی۔ خازن عبدالرشید صاحب محلہ کٹھی۔

ماسکو کے ثانوی اسکولوں میں اردو

پٹنہ ۱۱ دسمبر۔ سوویت روس کے وزیر تعلیم مومیو ایوان ستکو نے کل پٹنہ میں ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہندوستانی تمدن اور کلچر سے روسیوں کی دلچسپی کا اظہار اس سے بخوبی ہوتا ہے کہ ماسکو کے کئی ثانوی اسکولوں میں ہندی اور اردو کی تعلیم دی جاتی ہے ان زبانوں کی تعلیم کا روس کے دوسرے شہروں کے اسکولوں میں انتظام کیا جا رہا ہے۔

جودھپور میں اردو

جودھپور میں اردو سے جو سلوک ہو رہا ہے اس پر اردو دوستوں کی خاموشی نہایت افسوسناک ہے۔ یہاں صرف ایک اسکول میں اردو کی تعلیم دی جاتی ہے۔ لیکن اس اسکول میں بھی طریق تعلیم ایسا رکھا گیا ہے کہ طلبا کے لئے جو کامرس یا سائنس پڑھنے کے خواہش مند ہوں اردو کو چھوڑنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ مزید براں اب اس اسکول میں بھی ابتدائی جماعتوں میں اردو کی تعلیم کا انتظام نہیں رہا۔ ضرورت ہے کہ اگلے سال سے اس مدرسہ میں اردو کی تعلیم کا باقاعدہ اور قابل اطمینان انتظام کیا جائے۔

(خادم الفصار جودھپوری)

بچوں کی بزم کا انتخابی جلسہ

لکھنؤ ۲۷ دسمبر۔ محمد منصور احسن نگرامی کی صدارت میں بچوں کی بزم ادب کا انتخابی جلسہ ہوا۔ اور سنہ ۷۰ کے لئے نئے عہدیداروں کا انتخاب ہوا جو حسب ذیل ہیں۔

سرپرست ڈاکٹر فدا حسن ہاشمی، پروفیسر اے۔ اے خاں خلیل نگراں، احسان عومی۔ جنرل سکریٹری انور جمالی۔ سکریٹری، کلیم احمد صدیقی سکریٹری نشر و اشاعت ضیاء الدین ضیا۔ ممبران مجلس عاملہ، وحید الزماں صدیقی۔ منصور احسن نگرامی، کوثر رضوی، حکیم زیدی، فرید الزماں صدیقی قاضی سعد الدین، فضل محمود صدیقی، معین احسن نگرامی، محمد خالد فاروقی

اردو کو قومی زبان قرار دینے کا مطالبہ

جالندھر ۳۰ دسمبر۔ ایک نئی سکھ پارٹی آج یہاں قائم کی گئی۔ اس کا مقصد انڈین یونین میں سکھ ریاست قائم کرنا ہے اور اسی مسئلہ پر وہ آئندہ عام انتخابات میں حصہ لے گی اس پارٹی کے صدر نشین سردار موہندر سنگھ ہیں اس پارٹی کا یہ بھی مطالبہ ہے کہ ہندی کے بجائے اردو کو قومی زبان قرار دیا جائے۔

نیشنل لائبریری علی گڑھ کا انتخاب

نیشنل لائبریری کی تشکیل اب سے ڈھائی سال قبل ہوئی تھی اس کو محمد اسحاق صاحب نے بڑی جد و جہد کے بعد واقع محلہ مدار گیٹ میں قائم کیا تھا۔

ہندستان کے ہر شہر، ہر قصبہ اور ہر گاؤں میں لائبریریوں کا قائم ہونا ضروری ہے ان سے عوام کی ذہنی اور علمی استعداد میں اضافہ ہوتا ہے۔ دوسرے غیر ملکوں کی خبریں اور معلومات اخبارات اور رسالوں سے لائبریری کے ذریعہ معلوم ہوتی رہتی ہیں۔

نیشنل لائبریری میں اردو اور ہندی کے اخبارات اور رسالے کافی تعداد میں آتے ہیں، اس میں اردو کی ڈھائی سو کے قریب کتابیں بھی ہیں۔ اس کے علاوہ ایک شبینہ مدرسہ بھی قائم کیا گیا ہے جو اسی کی نگرانی میں کام کرتا ہے اس میں مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ اردو کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ اب اس لائبریری کو باقاعدہ طور پر عمل میں لانے کے لئے ۱۸ دسمبر ۶۹ کو لائبریری کی عمارت میں ایک جلسہ رات کے ۸ بجے منعقد ہوا۔ جس میں محمد یوسف صاحب سابق ممبر میونسپل بورڈ نے لائبریری کی جدید تنظیم کے متعلق مختصر روشنی ڈالی۔ بعد میں سکریٹری صاحب نے لائبریری کی رپورٹ پڑھ کر سنائی۔ اس کے بموجب ذیل عہدہ داروں اور اراکین مجلس عاملہ کا انتخاب عمل میں آیا۔

حامد علی خاں صدر۔ میلا رام نائب صدر۔ محمد اسحاق جنرل سکریٹری۔ کوثر علی جلیسری نائب سکریٹری۔ ذاکر حسین لائبریرین۔ فیاض حسین خزانچی۔

اراکین :۔ کنور سریندر پال سنگھ۔ رئیس حبیب خاں علیگ۔ سید شوکت علی۔ عبدالغفار۔ افضال علی۔ عبدالجلیل۔ عبدالحکیم۔ سردار علی۔ محمد شمیم بشیر حسین انصاری۔ ماسٹر مٹے میاں۔

(نامہ نگار)

اردو کو دہلی کی علاقائی زبان بنایا جائے

دہلی ۱ر جنوری۔ رام سرن چوہان سکریٹری پرجا سوشلسٹ پارٹی دہلی نے ایک بیان میں کہا ہے کہ دہلی سرکار نے ڈاکٹر یدھ ویر سنگھ کی صدارت میں ایک لسانی کمیٹی بنائی تھی جس کی رپورٹ اخبارات میں شائع ہوئی تھی اس کمیٹی نے سفارش کی تھی کہ ہندی کو دہلی کی سرکاری زبان تسلیم کرتے ہوئے اردو کو بھی علاقائی زبان تسلیم کیا جائے۔ نہ معلوم اس کمیٹی کی سفارش کو کس گلشن میں ڈال دیا گیا ہے میں چیف کمشنر سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ اس کمیٹی کی سفارش کو عملی جامہ پہنائیں اور اردو کو دہلی کی علاقائی زبان تسلیم کرنے کا اعلان کریں۔

اردو کو بھلایا نہیں جا سکتا

بھوپال ۲۷ دسمبر۔ سیفیہ انٹر کالج کے پارلیمانی جشن کے سلسلے میں انعامات تقسیم کرتے ہوئے گورنر مدھیہ پردیش ڈاکٹر پٹابھی سیتارامیہ نے کہا کہ طلبا کو انعامات میں اس قسم کی چیزیں تقسیم کی جانی چاہئیں جو ان کے روزمرہ کے کاموں میں کام آسکیں۔

تقریر جاری رکھتے ہوئے گورنر صاحب نے کہا کہ پنچ شیل کو آج ساری دنیا تسلیم کر چکی ہے اس کا مقصد جیو اور جینے دو ہے۔ آپ نے کہا کہ ہندی قومی زبان ہے۔ اس کا سیکھنا ہر فرد پر ضروری ہے لیکن اردو کو فراموش نہیں کیا جا سکتا ہمیں چاہیئے کہ ہم اس زبان کو بھی سیکھیں بقول وزیر اعظم نہرو اردو کو بھلایا نہیں جا سکتا اس کے ادب کے خزانے کو بڑھانا چاہیے۔

پاکستان کو چھ سو کتابوں کا تحفہ

لاہور ۳ جنوری مسٹر این۔ وی۔ راؤ ہندوستانی ڈپٹی ہائی کمشنر مقیم پاکستان نے کل حکومت ہند کی جانب سے پنجاب یونیورسٹی کو چھ سو کتابیں پیش کیں۔

اس تحفہ کو گورنر پنجاب مسٹر مشتاق احمد گورمانی نے یونیورسٹی کے چانسلر کی حیثیت سے قبول کیا۔ یہ تحفہ ناشرین کتب ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام کی گئی کتابوں کی نمائش کے موقع پر پیش کیا گیا تھا۔

کتابوں کی نمائش کی افتتاحی رسم میں وزیر تعلیم مغربی پاکستان سفارتی نمائندوں اور محکمہ تعلیم کے افسروں اور دیگر ممتاز شہریوں نے شرکت کی۔

کتابوں کا تحفہ پیش کرتے ہوئے مسٹر راؤ نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ ہندوستان اور پاکستان میں جو ثقافتی اور نسلی تعلق ہے اس کی بنا پر یہ دونوں ملک ہمیشہ ایک دوسرے کے قریب رہیں گے۔

انھوں نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہندوستان اور پاکستان دونوں شاہراہ ترقی پر گامزن ہوں اور ساتھ ہی ساتھ دونوں میں دوستانہ خوشگوار تعلقات مضبوط ہوتے جائیں گے۔

گورنر مغربی پنجاب مسٹر گورمانی نے مسٹر راؤ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ مجھے اس کی خوشی ہے کہ ہندوستان کی جانب سے جو چھ سو قیمتی کتابیں دی گئی ہیں ان میں سے چار سو اردو زبان میں ہیں جو ہمارے درمیان ایک مشترکہ رشتہ رہی ہے اور آئندہ بھی وہ دونوں ملکوں کے درمیان تبادلہ خیالات کا ذریعہ رہے گی۔

انھوں نے کہا کہ دونوں ملکوں میں کتابوں کا باہمی تبادلہ دونوں ملکوں کے لئے مفید ثابت ہوگا اور ایک دوسرے کے خیالات سمجھنے میں مدد دے گا۔

مسٹر گورمانی جب نمائش کا معائنہ کر رہے تھے تو وہ ہندوستانی کتابوں کے اسٹال پر تھوڑی دیر تک رکے اور انھوں نے گاندھی جی کی مصور سوانح حیات، دستور ہند اور مولانا ابوالکلام آزاد کی تقریروں سے کافی دلچسپی کا اظہار کیا۔

لاہور میں علوم مشرقی کے ماہروں کی کانفرنس شروع

لاہور ۲۷ دسمبر یہاں علوم مشرقی کے ماہروں کی ایک کانفرنس شروع ہوئی جس میں کل پاکستان کے عالم اور ادیب شرکت کر رہے ہیں اس کانفرنس کا افتتاح مغربی پاکستان کے گورنر مشتاق احمد گورمانی نے کیا۔

مسٹر گورمانی نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ماہرین کو چاہیئے کہ وہ غیر ملکی عالموں کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں اور تعصب کو دور کریں اور اپنی علمیت اور ثقافت کو بلند کرنے کے لئے کام شروع کریں اور اس بات کا جائزہ لیں کہ جن مقاصد کے لئے پاکستان وجود میں آیا تھا ان کو مستحکم کرنے کے لئے اب تک ادبیات اور مختلف زبانوں نے کتنا حصہ لیا ہے۔

مسٹر گورمانی نے کہا کہ اردو میں بڑی صلاحیتیں ہیں جن سے کام لے کر ہم اپنی ثقافت اور ادب کو بلندی پر پہنچا سکتے ہیں۔

کشمیر میں ادب کی ترقی

سری نگر ۲۸ دسمبر جموں و کشمیر کے وزیر تعلیم مسٹر غلام محمد صادق نے یہاں اخباری نمائندگان کو بتایا کہ اسٹیٹ میں ادب کو تقویت دینے کے لئے ایک "ترجمہ دفتر" قائم کیا جا رہا ہے جس دفتر میں سنسکرت، ہندی، انگریزی، اردو لٹریچر سے اسٹیٹ کے لئے درسی کتابوں کا ترجمہ کیا جائے گا۔

یوم کیفی

(بہ سلسلۂ گزشتہ)

اکثریت کی زبان

کیفی صاحب کی اردو نوازی کے اعتراف کے ساتھ ساتھ یہ بھی مناسب ہے کہ میں اردو زبان کے بارے میں بھی کچھ کہوں۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہندستان کی اکثریت کی زبان اردو ہے۔ یہاں تک کہ اقوام متحدہ نے بھی اردو کے مرتبے کو تسلیم کرتے ہوئے اس کو دنیا کی تیسری بڑی زبان مان لیا ہے۔ اردو زبان صرف آسان ہی نہیں ہے بلکہ جذبات اور مشکل خیالات کی ترجمانی بھی بڑی خوبی سے کرسکتی ہے اور اٹالین و فارسی کی طرح نہایت شیریں اور رسیلی ہے۔ یہاں ایک اور تضاد یہ ہے کہ دنیا کے تہذیب یافتہ ممالک مثلاً امریکہ۔ انگلینڈ اور فرانس بیرونی ممالک میں اپنی قومی زبانوں کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ہمیشہ دامے درمے اور سخنے کوشش کرتے رہتے ہیں اور اس غرض سے مفت تعلیمی ادارے اور لائبریریاں بھی قائم کرتے ہیں مگر اس کے برخلاف ہمارے ملک کے کچھ تنگ نظر انسان جن کو اقتدار بھی حاصل ہوگئے ہیں ہمیشہ ان چیزوں کو تباہ و برباد کرنے پر تلے رہتے ہیں۔ جن چیزوں کا تحفظ ہمارا قومی اور اخلاقی فرض ہے۔ میں یہ بات اردو زبان کے سلسلے میں کہہ رہا ہوں اردو ہی ایک ایسی زبان ہے جس میں ہمارے سات سو برس کے کلچر کی تاریخ محفوظ ہے

اردو زبان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کو عوام کی تائید اور ہمدردی حاصل ہے اس کا ایک مستند ثبوت یہ ہے کہ آج بھی ہماری فلموں کے وہ گانے اور مکالمے عوام میں سب سے زیادہ مقبول ہیں جو اردو زبان میں لکھے جاتے ہیں اور جن کو ہر فرقے کے لوگ پسند کرتے ہیں۔ اردو زبان کی اس مقبولیت کے باوجود جو اردو کی مخالفت ہوتی ہے میرے خیال میں ایک وہم اور غلط وجہ یہ ہے کہ چونکہ مسلمانوں کے دور حکومت میں اردو کو سرکاری زبان کی حیثیت حاصل تھی اس لئے غالباً وہ مسلمانوں کی زبان سمجھی جانے لگی۔ مگر میں یہ کہتا ہوں کہ اگر اردو صرف مسلمانوں کی زبان ہوتی تو منثور ادب پر چکبست، رتن ناتھ سرشار، پریم چند، کرشن چند اور کیفی جیسے ادیبوں کے نام نہ ہوتے

یہ امر واقعی قابل افسوس ہے کہ مخلصانہ جدوجہد کے باوجود بھی اترپردیش میں اردو کو وہ مقام حاصل نہ ہوسکا جس کی وہ مستحق ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس کو وہاں کی علاقائی زبان تک قرار نہیں دیا گیا۔

اردو کی یہ ناکامی اور وہ بھی پنڈت نہرو جیسے اردو نواز کی جمہوریت حکومت میں واقعی ایک شرمناک بات ہے۔ میں اپنی تقریر اس بیت کے ساتھ ختم کرتا ہوں کہ اگر پنڈت کیفی مرحوم کی روح کو آپ خوش کرنا چاہتے ہیں تو آپ ان کے نقش قدم پر چلئے اور اردو کی ترقی کے لئے کوشش کریئے اور اس بات پر یقین رکھئے کہ اردو زبان میں ایسی قدرت اور خوبیاں موجود ہیں کہ جو ہزار مخالفوں کے باوجود اس کو ہمیشہ سرسبز اور زندہ رکھیں گی۔

(اُردو زندہ باد)

بوعلی سینا کی تصویر

ماسکو ۲۴۔ دسمبر۔ علم الانسان کے ماہر اور مشہور سوویت فن کار میخائل گراسیموف نے زمانہ وسطی کے عظیم مشرقی مفکر اور عالم ابن سینا، بوعلی سینا کی کھوپڑی سے ان کی شبیہ تیار کی ہے۔ پروفیسر گراسیموف کی بنائی ابن سینا کی گرافی تصویر نے جو اصلی سائز کی ایک چوتھائی ہے۔ ازبک سائنس اکاڈمی کے مشرقی ادارے کے ذخیرہ دستاویزات میں نہایت بیش بہا اضافہ کیا ہے۔ سوویت عالموں کے خیال کے مطابق یہ تصویر اس جینئس فلسفی کی مستند ترین تشبیہ ہے جو اب سے تقریباً ایک ہزار سال پہلے گزرا ہے پروفیسر میخائل گراسیموف نے ہمیں بتایا کہ

دو سال ہوئے بوعلی سینا کے ہزار سالہ جشن دن کے سلسلے میں جو جشن ایران میں منایا گیا اس کے دوران میں بوعلی سینا کی قبر کھولی گئی تھی۔ مشہور و ممتاز ایرانی عالم سعید نفیسی نے بوعلی سینا کی کھوپڑی کی کئی تصویریں لیں اور ان میں سے کچھ تصویریں انھوں نے ازبک سائنس اکاڈمی کے وفد کو بھی بطور تحفہ دیں۔ اس وفد نے ان تقریبات میں شرکت کی تھی

بعد میں یہ تصویریں میرے پاس بھیجی گئیں اور میں بڑی تندہی سے کام میں لگ گیا۔ یہ بتانا ضروری ہے کہ بوعلی سینا کی کوئی مستند تصویر نہیں ہے۔ اس عظیم مفکر کی ساری تصویریں جو اس وقت دستیاب ہیں۔ صرف مصور کے تخیل کا کارنامہ ہیں۔ یہ سب تصویریں بوعلی سینا کی وفات کے مدتوں بعد بنائی گئی تھیں۔ کھوپڑی سے چہرے کی ترانی تشکیل کے اپنے طریقے کو استعمال کرکے میں نے بوعلی سینا کی اصلی شباہت پیش کرنے کی کوشش کی ہے

میں نے اس تصویر پر ایک سال صرف کیا۔ میری بنائی ہوئی تصویر میں بوعلی سینا ایک وجیہہ معمر انسان نظر آتے ہیں جس کے خدوخال خوبصورت اور پیشانی چوڑی ہے۔

یہ کتابیں ملیں

(۱) تنویر قمر

تصنیف مولوی حافظ عبدالرحیم خاں سالک

ناشر، بزم ادب جھنجھنوں۔ حجم ۲۰×۳۰/۱۶۔ ۲۰ صفحات

کاغذ اچھا قیمت۔ ایک روپیہ۔

۲۔ فیضانِ قمر

(یعنی سالانہ روئداد قمر اردو کالج ۵۷)

مرتبہ، مولوی حافظ عبدالرحیم خاں سالک

ناشر، بزم ادب جھنجھنوں۔ حجم ۲۰×۳۰/۱۶ ۳۲ صفحات

کاغذ اچھا۔ قیمت ۸

۳۔ جوہر حسامی

تصنیف، مولوی حافظ عبدالرحیم خاں سالک

ناشر، آستانہ حسامیہ جھنجھنوں حجم ۲۰×۳۰/۱۶ ۲۲ صفحات

کاغذ اچھا۔ قیمت ۸

۴۔ سالانہ رپورٹ (بابت ۵۷-۱۹۵۵ء)

محمد علی لائبریری کلکتہ

مرتبہ، سراج احمد، ناشر، عثمانیہ بک ڈپو۔ کلکتہ ۱۲

حجم ۲۰×۳۰/۱۶ ۲۴ صفحات کاغذ اچھا، قیمت ۸

۵۔ سرودِ ہستی

تصنیف شاد عظیم آبادی۔ مرتبہ حمید عظیم آبادی

ناشر کتاب منزل پٹنہ ۱۲۔ حجم ۲۰×۳۰/۱۶ ۱۸۶ صفحات

کاغذ عمدہ۔ قیمت تین روپے آٹھ آنے

۶۔ یونیسکو شانتی کی سیوا کے دس ورش (ہندی)

منسٹری آف انفارمیشن۔ نئی دہلی

حجم ۱۸×۲۴/۱۶ (اسپیشل سائز)

کاغذ اچھا۔ ۴۰ صفحات۔

۷۔ کالے صاحب

تصنیف، اوپندر ناتھ اشک

ناشر، مکتبہ جامعہ۔ دہلی حجم ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۱۸۱

کاغذ عمدہ۔ قیمت ۲/۸/۰ روپے

۸۔ اردو کی کہانی

تصنیف، سید احتشام حسین

ناشر مکتبہ جامعہ دہلی۔ حجم ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۱۱۲

کاغذ اچھا۔ قیمت ایک روپیہ چھ آنے

۹۔ دوسری شام

تصنیف:- محمد مجیب

ناشر، مکتبہ جامعہ۔ دہلی حجم ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات

کاغذ اچھا۔ قیمت بارہ آنے

۱۰۔ عجز ذمے دار لڑکا

تصنیف، عبدالغفار مدہولی

ناشر مکتبہ جامعہ دہلی، حجم ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۴۸

کاغذ اچھا۔ قیمت چھ آنے

۱۱۔ قرآن اور جغرافیائی مسائل کا ابتدائی مطالعہ

تصنیف، سید رضا علی ندوی

ناشر، پاکستان حسینی مشن۔ راولپنڈی

حجم ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۴۳۔ کاغذ اچھا قیمت بارہ آنے

۱۲۔ زمینی اصلاحات کی ترقی

پبلیکیشنز ڈویژن۔ دہلی

حجم ۱۸×۲۲/۱۶ صفحات ۳۲

کاغذ اچھا۔ قیمت ۴ آنے

۱۳۔ پلان اور محنت

پبلیکیشنز ڈویژن۔ دہلی

حجم ۱۸×۲۲/۱۶۔ قیمت ۲۰

کاغذ اچھا۔ قیمت ساڑھے چار آنے

۱۴۔ OUR SECOND FIVE PLAN

پبلیکیشنز ڈویژن۔ دہلی

حجم ۱۸×۲۲/۱۶ صفحات ۶۰۔ کاغذ اچھا۔ قیمت ۶ آنے

۱۵۔ GROW AND STUL

پبلیکیشنز ڈویژن۔ دہلی

حجم ۱۸×۲۲/۱۶۔ صفحات ۱۰، کاغذ اچھا۔ قیمت ۲ آنے

۱۶۔ FOREIGN AID FOR THE PLAN

پبلیکیشنز ڈویژن۔ دہلی

حجم ۱۸×۲۲/۱۶۔ صفحات ۲۲۔

۱۷۔ پنج سالہ پلان

پبلیکیشنز ڈویژن۔ دہلی

حجم ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۲۲۶

کاغذ اچھا قیمت ایک روپیہ